فلسطین سے رشتہ کیا؟

اوریا مقبول جان

نیویارک کی جس سڑک پر گیارہ جنوری کو امریکہ کے یہودی اسرائیل کی حمایت میں مظاہرہ کر رہے تھے۔ اس کے قریب ہی ان کی تنظیم بنی البعث کا دفتر ہے۔ یہ دفتر عام انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرح چند لوگوں پر مشتمل ہے جو اعداد و شمار جمع کرتے، رپورٹیں چھاپتے، ڈاکومنٹریاں بناتے اور لوگوں خصوصاً میڈیا تک یہ مواد پہنچاتے ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں جب میں اس دفتر میں داخل ہوا تو وہاں ایک سناٹا تھا۔ ایک بڑے سے ہال کمرے میں ایک میز کے گرد چند کرسیاں رکھی تھیں۔ ایک طرف چھوٹی سی میز پر کافی اور چائے بنانے کا سامان موجود تھا۔ دیواروں پر چپ بورڈ لگے تھے جن میں اسرائیلی یہودیوں کے رنگا رنگ شب و روز، ان کی آزاد خیالی اور امن کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں بے شمار تصاویر تھیں۔ ان یہودی فلاسفروں، ادیبوں، شاعروں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور صحافیوں کا تذکرہ تھا جو اپنی تحریروں اور عمل سے دنیا کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتے تھے۔ ایک جانب دنیا بھر میں یہودیوں پر ہونے والے مظالم کی تفصیل تھی۔ دروازے پر موجود گارڈ میرے پاس آیا اور مجھے کافی یا چائے پینے کے لیے کہا۔ میں نے سوال کیا یہاں کسی سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا بس چند منٹوں بعد۔ آپ کافی پئیں۔ اتنے میں بیرونی دروازے سے ایک خوبصورت خاتون اندر داخل ہوئی جو پہیوں پر اپنا بڑا سوٹ کیس گھسیٹتی آ رہی تھی۔ سیدھا میرے پاس آ کر اُس نے کہا۔ میں اسرائیل سے آ رہی ہوں۔ اپنے والدین سے ملنے گئی تھی۔ آج ہفتہ ہے۔ یہاں چھٹی ہوتی ہے لیکن پھر خوش آمدید۔ تم یہودی ہو۔ میں نے کہا :نہیں، لیکن تمہاری ناک یہودیوں والی ہے۔ میں نے کہا میں آپ کو دنیا کی ہر قوم سے ایسے ہزاروں لوگ دکھا سکتا ہوں جن کی ناک میرے جیسی ہے۔ ایک دم اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور کہا ہاں روئے زمین پر سب انسان ایک جیسے ہیں۔ بنی ال بعث کا مطلب تھا (Anti Defamation League) یعنی یہودیوں کو بدنامی سے بچانے کی تنظیم۔ میں نے سوال کیا۔ آخر بدنامی کی کوئی وجہ بھی ہوتی ہے۔ اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ خوامخواہ کی نفرت اور پراپیگنڈہ۔ میں نے واپس لفظ پراپیگنڈہ کو ذرا حیران سے لہجے میں ادا کیا تو وہ ایک الماری سے مختلف کتابیں اور فلمیں نکالنے لگی اور ان کا ایک ڈھیر لگا کر میرے حوالے کر دیا۔ آپ پہلے ان سب کا مطالعہ کر لیں تو پھر آپ کا ذہن صاف ہو جائے گا۔ ابھی آپ اس عالمی تعصب کے زیر اثر ہو۔ میں نے کتابیں ایک طرف کرتے ہوئے اس سے پوچھا تم انسانی حقوق کے بارے میں جو

مظاہرے ہوتے ہیں، ان میں شرکت کرتی ہو۔ کہنے لگی تقریباً ہر ایک میں۔ میں نے کہا کبھی کسی ایسے مظاہرے میں بھی گئی ہو جس میں فلسطینی اپنے قتل ہونے والے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں، مسمار ہوتے گھروں اور زخمی ساتھیوں کی تصویریں لے کر باہر نکلتے ہیں۔ اس نے میری طرف دیکھا اور پوچھا ایسے مظاہرے امریکہ میں ہوتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ ہمارے ہاں تو ان کی خبریں بھی لگتی ہیں، لیکن یہاں تو کسی کو پتا بھی نہیں چلتا۔ میں نے کہا اب بتاؤ میڈیا پر کنٹرول کس کا ہے۔ اس نے بات پلٹنے، امریکہ کو ایک جمہوری ملک ثابت کرنے، میڈیا کی آزادی اور انسانی حقوق کی جدوجہد پر لمبی بحث چھیڑی جو نہ ختم ہونے والی تھی۔ میں نے وہ تمام کتب اٹھائیں اور باہر آ گیا۔ جاتے ہوئے میں نے اسے اتنا کہا دنیا میں نیک نامی یا بدنامی خوامخواہ نہیں آتی۔ کوئی قوم یا علاقہ متعصب ہوسکتا ہے لیکن پوری دنیا نہیں، لیکن گیارہ جنوری کو نیویارک میں ہونے والے اسرائیل کی حمایت میں مظاہرے میں جب میں نے اسے ''حماس کو تباہ کردو'' کا پلے کارڈ اٹھائے دیکھا تو مجھے کوئی حیرت نہ ہوئی۔ نیویارک کے یہودی جو ہر شعبۂ زندگی میں چھائے ہوئے ہیں۔ جن کا وطن امریکہ ہے وہ ٹی وی کیمرہ کے سامنے یوں بول رہے تھے جیسے ان کا وطن انھیں پکار رہا ہے۔ غصے سے بپھرا ہوا سینیٹر چارلس سکومر اور نیویارک کا گورنر ڈیوڈ پیٹرسن غزہ کے مسلمانوں کو سمندر میں پھینکنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ ایک خاتون نے کہا "Wipe them all" ''انھیں صفحۂ ہستی سے مٹادو''۔ ہر کوئی امریکی حکمرانوں کو سخت سست سنا رہا تھا کہ یہی موقع ہے ان سب کو ایک ہی دفعہ ختم کردو۔ ایک شخص سے پوچھا گیا کہ اسرائیل سکولوں پر بم کیوں برسا رہا ہے تو اس نے کہا ان کے نیچے سرنگیں ہیں، جہاں سے اسلحہ آتا ہے۔ لیکن اس خاتون کا فقرہ عجیب تھا۔ اس نے ٹی وی کے صحافی سے کہا ''فلسطینی ہمیں مجبور کررہے ہیں کہ ہم ان کے بچوں کو قتل کریں''۔ انھیں جلادو، انھیں جلا کر راکھ کردو، ہماری صورت میں ان پر خدا کا عذاب نازل ہورہا ہے۔ یہ جنگ ضروری ہے کیونکہ اگر ایسی بڑی جنگیں نہیں ہوں گی تو ہمارا مسیح جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا۔ ہزاروں یہودیوں کا یہ جلوس اسرائیلی پرچم لہراتا، غصے میں بپھرتا نیویارک کی سڑکوں پر تھا۔ ان کا اسرائیل سے کیا رشتہ تھا۔ نہ زبان، نہ علاقہ، نہ ہمارے قوم پرستوں کی تعریف میں قوم مشترک۔ بس ایک مذہب کا رشتہ تھا کہ وہ اسرائیل کے ظلم کی حمایت اور مسلمانوں پر ظلم، بربریت اور تشدد کے حق میں سڑکوں پر نکلے ہوئے تھے۔ انھیں اپنے مذہب کے مطابق دی گئی بشارتوں پر بھی یقین تھا۔

میں اس طویل تاریخ میں نہیں جانا چاہتا کہ یہودی جس جگہ آباد ہوئے وہاں سے اپنے ہی وطن سے غداری کے جرم میں مار مار کر نکالے گئے اور نفرت کی علامت بن گئے۔ یہاں صرف ۱۸۹۶ء میں صہیونیت کے سب سے اہم رہنما تھیوڈ ہرزل کی تصنیف ''یہودی ریاست'' اور اس سے جنم لینے والی اس تحریک کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کے نتیجے میں عالمی طاقتوں کی سازش سے یہودی اسرائیل میں جا کر آباد ہونا شروع ہوئے۔ حیرت ہے کہ ۱۹۳۸ء میں جب جرمنوں نے یہودیوں کے خلاف مہم کا آغاز کیا تو امریکہ سے درخواست کی گئی کہ بیس ہزار یہودی بچوں کو امریکہ پناہ دے اور ہٹلر کے ظلم سے بچائے تو امریکی کانگریس نے انکار کردیا۔ ۱۹۴۱ء میں جب رومانیہ کے عوام ان کے خلاف کھڑے ہوئے تو

رومانوی سفیر نے ترک سفیر کے ساتھ مل کر تیس لاکھ یہودیوں کی آبادکاری کا منصوبہ امریکہ کو پیش کیا تو امریکہ نے پھر انکار کر دیا۔ ان کو روس، جرمنی، پولینڈ، رومانیہ، ہنگری سے دھکیل کر فلسطین کی اس زمین پر آباد کیا گیا جو سب سے زرخیز تھی اور پھر دنیا بھر کے یہودی صرف ایک مذہب کی لڑی میں پروئے ہوئے اس کی حفاظت کے لیے یک جان ہو گئے۔

اکثر لوگ سوال کرتے ہیں دنیا کا ہر ملک یہودیوں سے اتنا خوفزدہ کیوں ہے؟ پورے یورپ میں ان کے خلاف بات کرنے پر سزا کا قانون رائج ہے۔ ان کے خلاف مظاہرے امریکی میڈیا کی زینت نہیں بنتے۔ یہ پوری دنیا کی آبادی کا ایک فیصد بھی نہیں بنتے، لیکن صرف ایک بات کہ افریقہ کا کالا یہودی ہو یا روس کا سنہری بالوں والا، سب ایک مذہب کی لڑی میں پروئے کھڑے ہیں۔ کوئی نہیں کہتا میری مادری زبان جرمن ہے، روسی ہے، میں ہسپانوی بولتا ہوں، میرا رنگ تم سے جدا ہے، میرا وطن، پاسپورٹ اور شناخت علیحدہ ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اس قدر ظلم کے باوجود، اتنی بربریت اور دہشت گردی کے باوجود کسی اخبار، کسی رسالے یا کسی ٹی وی شو پر یہ بحث نہیں کرتا کہ اسرائیل کا وجود خطرے میں ہے۔ مجھ سے لوگ اکثر سوال کرتے ہیں، خط لکھتے ہیں، اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ میں حیران ہو کر سوچتا ہوں جو قوم چند لاکھ ہے وہ اپنی مذہبی کتابوں کی سچائیوں پر یقین کرتے ہوئے ایک اسرائیلی ریاست اور عالمی طاقت کا خواب دیکھتی ہے۔ ان کا آپس میں ایک ہی رشتہ ہے یہودیت کا۔ ہمارا رشتہ غزہ کے مظلوموں سے کیا ہے۔ کشمیر کے شہیدوں سے کیا ہے، افغانستان کے بے یارومددگار اور عراق کے بربریت کا شکار انسانوں سے کیا ہے۔ صرف کلمۂ طیبہ کا رشتہ۔ کیا ہمارے شہروں، علاقوں، بستیوں میں ایسے غصے سے بپھرا ایک بھی ہجوم سڑکوں پر آیا جیسے نیویارک میں کہ کوئی ایک یہودی بھی کاروبار پر نہ گیا۔ ہم جنھیں چند لمحے احتجاج کی ضرورت نہیں، اپنی مصروفیت اور کاروبار عزیز ہے، وہ ایسے ہی روتے، آہیں بھرتے رہیں گے۔ کبھی عراق پر، کبھی افغانستان پر، کبھی فلسطین پر اور کبھی اپنے ہی گھر میں وزیرستان پر۔

[مطبوعہ: روزنامہ ''ایکسپریس'' ۱۹؍جنوری ۲۰۰۹ء]

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
26 فروری 2009ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961